سید عبداللہ کا نظریۂ آزادی

ڈاکٹر نذر عابد

Dr. Nazar Abid

Chairman, Department of Urdu,

Hazara University, Mansehra.

عادل سعید قریشی

Adil Saeed Qureshi

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Hazara University, Mansehra.

Abstract:

Dr.SyedAbdullah was a great Urdu Scholar who has contributed a lot regarding Urdu research and criticism.He plays a vital role to introduce Pakistani culture in the light of Islamic values and principlesof independence.He has given a theory of independence based on four principles i.e. two nation theory, Pakistaniat, Pakistani culture and Urdu language. In this article this theory has been elaborated while giving relative examples from Syed Abdullah's works.

ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۶ء) پاکستان اور متعلقات پاکستان کے بارے میں ایک جامع اور وقیع شعور رکھنے والے دانشور ہیں۔ سید عبداللہ نے پاکستان کو ایک وسیع پس منظر اور پیش منظر میں دیکھتے ہیں جہاں اس خطہ ارض کا واحد مقصد ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہرگز نہیں تھا اور نہ یہ ارض پاک انگریزوں کی کسی سازش یا ہندوستان کی آزادی کے مطالبے کا جواب تھا بلکہ پاکستان کا مطالبہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس نے اپنے وقت پر ظاہر ہونا ہی تھا کیوں کہ اسلام نے اپنی ریاست بہر طور قائم کرنی تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح اس اٹل حقیقت سے آگاہ تھے جیسے انھوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا:

> ’’آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری

ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔''(۱)

اسلام کا بنیادی مطالبہ سے مراد یہی ہے کہ اسلام اپنے لیے ایک الگ ریاست کا متقاضی تھا جیسے مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی اور یوں پہلی اسلامی ریاست کی بنا ڈالی گئی۔ اصول یہ ہے کہ دین اسلام کو ایک ریاست کی ضرورت ہے جہاں وہ بطور ضابطہ حیات اپنے نظام کو نافذ العمل کرے۔ اسی لیے قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کو ایک اٹل حقیقت سمجھتے تھے۔ جس کا منطقی ظہور بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ سید عبداللہ بھی اس سچائی کو تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کا قیام حادثاتی ہرگز نہیں۔ پاکستان نظریہ اسلام کا منطقی نتیجہ اور مسلمان قوم کے مطالبے کا جواب تھا کیونکہ ہندوستان میں دو قومیں آباد تھیں۔ اس حوالے سے نواب بہادر یار جنگ نے اپنی تقریر ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء میں کہا تھا:

''قائداعظم نے جس وقت لیگ کی زمام اپنے ہاتھوں میں لی، ہمارے دماغوں میں مختلف باطل تصورات چھائے ہوئے تھے۔ برادران وطن نے بہ انداز دوستی ہم کو یقین دلایا تھا کہ ہم دس کروڑ کی تعداد میں ہونے کے باوجود ہندوستان میں ایک اقلیت ہیں۔ یہ احساس کمتری ہمارے ہر چھوٹے بڑے میں سرایت کر گیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بتلایا کہ ہم اقلیت نہیں ہیں۔ دس کروڑ کی تعداد رکھنے والی کوئی جماعت اقلیت نہیں کہلا سکتی ''تم ایک قوم ہو، مستقل قوم، جس کا قوام، اقوام عالم سے بالکل مختلف اور جدا ہے اور جس کی بنیاد و ترتیب، جغرافیہ، نسل و رنگ کی ادنیٰ تفریقات سے بالاتر ہے۔''(۲)

قائداعظم نے اس قوم کو یقین دلایا کہ ہندوستان میں موجود مسلمان اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔ ایک ایسی قوم جو ہندوؤں سے کامل طور پر مختلف اور جدا ہے۔ ان دونوں کی آپس میں کوئی قدر مشترک نہیں لہٰذا ان کا متحدہ ہندوستان میں اکٹھے رہنا دیوانے کے خواب سے بڑھ کر نہیں۔ سید عبداللہ نے قائداعظم اور علامہ اقبال کے افکار سے اپنے نظام فکر میں خاصا استفادہ کیا۔ اقبال کو تو سید عبداللہ اپنا فکری پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اقبال کے خواب پاکستان کی تعبیر و تعمیر کے لیے خاصا مستند کام کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے تین کتابیں ''پاکستان۔ تعبیر و تعمیر''، ''ادب و فن'' اور ''کلچر کا مسئلہ'' پاکستان کے اور پاکستان کی کامل آزادی کی بقا کے لیے ہی لکھی ہیں۔

ڈاکٹر سید عبداللہ پاکستان کے قیام کو مشن کی تکمیل نہیں سمجھتے ان کا خیال ہے کہ پاکستان کی آزادی اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا قیام پاکستان کا اصل مقصد ہے۔ اس کے لیے اہل پاکستان کو کام کرنا ہے۔ سید عبداللہ کا نظریہ آزادی درحقیقت پاکستان کی شناخت اور بقا کے لیے کام کرنا ہے۔ سید صاحب

کا خیال ہے کہ پاکستان ایک زمین کا ٹکڑا نہیں بلکہ ایک نظریہ اور فکر کا علمبردار ہے۔اس وطن کو مکمل آزادی سے ہمکنار کرنا ہے تو پھر اس کے لیے اس کی الگ اسلامی طرز کی معاشی تنظیم کرنا ہوگی، یہاں کے باسیوں کو اپنی زندگیوں اور ثقافت میں اسلام اور پاکستانیت کو اپنانا ہوگا۔ پاکستان کو اپنی جداگانہ شناخت کے لیے ہر شعبہ زندگی میں اپنی انفرادیت کا اہتمام کرنا ہوگا اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''پاکستان اب بن چکا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کی بقا کے لیے جس قسم کی قومی شخصیت کی ضرورت ہے اور جس قسم کے جذبے اور عقلی اور روحانی رویے مطلوب ہیں اس کے لحاظ سے ہماری قوم کو ابھی بڑی منظّم اور مؤثر تربیت کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم سیاسی لحاظ سے تو قوم بن چکے ہیں مگر ذہن اور عمل کے اعتبار سے ہم ابھی تک خام اور ناقص ہیں۔''(۳)

یہ اقتباس سید عبداللہ کے نظریہ بقائے آزادی پر روشنی ڈالتا ہے۔ وہ حقیقی معنوں آزادیِ پاکستان کی بقا چاہتے ہیں ہیں لیکن یہ بقا و تحفظ یا سلامتی صرف لفظی نہیں عملی اقدامات کی متقاضی ہے۔ سید عبداللہ پاکستان میں موجود جمِ غفیر کو ایک قوم بنانے کے خواہش مند ہیں۔ قومیت کے اس احساس کو ہی وہ حقیقی منشور پاکستان قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک پاکستان کا بن جانا مشن کی تکمیل نہیں بلکہ مشن کا آغاز ہے۔ سید عبداللہ پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد اس آزادی کی بقا کے لیے ایک لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں تاکہ وطن عزیز ان امیدوں پر پورا اتر سکے جو اکابرین نے اس سے وابستہ کی تھیں نیز پاکستان واقعی اسلام کا قلعہ اور تجربہ گاہ ہونے کا دعویٰ کرسکے(۴) سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> ''میری رائے میں یہ نظریہ پاکستان عبارت ہے اول اس عقیدے سے کہ پاکستان دوقومی تصور کا نتیجہ ہے۔ یعنی یہ کہ ہندو الگ قوم ہیں اور مسلمان الگ قوم۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کی قومیت فقط اسلام ہے یعنی نسل، رنگ اور زبان نہیں عقیدہ اسلام ہے۔ لہٰذا پاکستان کی قومیت اسلام ہے۔ سوم، مسلمان چونکہ ایک منفرد قوم ہیں۔ اس لیے ان کی معاشرت، تہذیب اور اخلاقیات بھی منفرد ہے اور پاکستان میں اس کی وسیع تر نمائندہ ترجمان زبان اردو ہے۔ چہارم اس قوم کو ہندوستان کی ہزار سالہ تاریخ نے ایک تاریخی شعور دیا ہے۔ چنانچہ اس کے جملہ احوال کی تعبیر اس تاریخی شعور کے حوالے سے ہونی چاہیے اور اس کی ایک منطقی اور عملی تعبیر ظہور پاکستان

ہے۔''(۵)

اس اقتباس سے سید عبداللہ کا نظریہ آزادی نمایاں طور پر سامنے آجاتا ہے کہ اگر پاکستان اپنے ساتھ وابستہ آرزوؤں اور امیدوں کو پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کے باسی ان چار پہلوؤں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں:

۱۔ دوقومی نظریہ ۲۔ پاکستانیت یا اسلامی قومیت ۳۔ پاکستانی ثقافت

۴۔ اردو زبان

یہی چار عناصر تخلیق پاکستان کے محرک بھی تھے اور یہی چار عناصر تکمیل پاکستان یعنی آزادی پاکستان کی بقا کے ضامن بھی ہیں۔ سید عبداللہ کا نظریہ آزادی ان چار عناصر پر مشتمل ہے۔ وہ پاکستان کو آزاد اور بہبود یافتہ مملکت دیکھنے کے آرزومند ہیں لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ ان عناصر کو بااہتمام فروغ دیا جائے اور پاکستان علامہ اقبال کی منشا کی ریاست بنے اور قائداعظم کی تجربہ گاہ بن جائے۔

۱۔ دوقومی نظریہ:

دوقومی نظریہ پاکستان کے وجود کی حتمی دلیل ہے کہ ہندوستان میں دوقومیں ہیں، ہندو اور مسلمان۔ ان دونوں کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں لہذا مفادات اور مستقبل کے منصوبے بھی مشترک نہیں ہو سکتے تھے۔ ہر قوم اپنے مقاصد حیات کے تعین کے لیے اپنے عقائد سے اخذ واستفادہ کرتی ہے۔ لہذا دونوں قوموں کے عقائد اور نظریات بھی یکساں نہیں تو زندگی کے مقاصد بھی الگ ہی ہوں گے۔ ہند ومسلم اتحاد کے متعلق قائداعظم نے ۱۹۴۰ءمیں قرارداد پاکستان کے پیش ہونے کے موقعے پر جو فرمایا تھا وہ قول فیصل ہے:

> ''متحدہ قومیت ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ یادرکھیے کہ ہندو اور مسلمان مذہب کے ہر معاملے میں جداگانہ فلسفہ رکھتے ہیں۔ دونوں کی معاشرت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ دوالگ الگ تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کی بنیادیں متضاد تصورات پر قائم ہیں۔ دو ایسی قوموں کو ایک نظام سلطنت میں یک جا کر دنیا باہمی مناقشت کو بڑھائے گا اور آخر نظام کو پاش پاش کر دے گا جو اس ملک کی حکومت کے لیے وضع کیا گیا۔''(۶)

یہ قائداعظم کی دوقومی نظریہ کی تعریف ہے۔ یعنی مسلمان اور ہندو کبھی ایک قوم نہیں ہو سکتے۔ اب سید عبداللہ کا مسلک دیکھیے، لکھتے ہیں:

> ''اور دوقومی نظریے کی روح سے مراد یہ احساس ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ مسلمانوں کی ہماری ایک تاریخ

ہے جس میں ہمارادوراقتدار بھی شامل ہےاور یہ نصب العین بھی کہ
ہمیں ایک بار پھر وہ سطوت حاصل کرنی ہے جو کہ کسی زمانے میں
موجود تھی۔ ہمارا ایک نصب العین یہ بھی ہوگا کہ ہم ایک روحانی
دعوت کے مدعی ہیں جو رنگ ونسل اور جغرافیے سے بالا ہے، ہم
معاشرت کی بھی کچھ اقدار رکھتے ہیں جس کے رنگ مختلف ہو سکتے
ہیں مگران کے پیچھے ہمارے چند دینی عقائد ہیں۔'' (۷)

سید صاحب کا کہنا یہ ہے کہ دوقومی نظریہ ہی پاکستان کے قیام کا اصل جواز تھااوراس جواز کی اساس ہمارے نظریات اورعقائد پر قائم ہے۔ برصغیر کی ہزار سالہ سیاسی تاریخ بھی ہماری قومیت کا جواز مانگتی ہےاوراس جواز کا یقینی نتیجہ ایک الگ ریاست کا وجود ہے۔

اس اقتباس میں سید صاحب نے اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے جو آج کل کہا جار ہا ہے کہ دوقومی نظریہ اہم تھا مگر پاکستان بنتے وقت، اب تو پاکستان بن گیا ہم ہندوقوم سے الگ ہوگئے۔ اب اس نظریہ کی کیا اہمیت ہے۔ اب اسلام اسلام کا راگ الاپنا چہ معنی دارد۔ یہ اعتراض کم فہم اورمغرب زدہ لوگوں کے ہاں ملتا ہے جو برائے نام جدت کے مارے ہوئے ہیں جن کو سید عبداللہ یوں بھی جواب دیتے ہیں:

''اسلام کا نعرہ (دوقومی نظریہ) وقتی ضرورت کے لیے نہ تھا بلکہ اپنے
جملہ منطقی لوازم کے ساتھ مستقل اور قابل عمل اور واجب التعمیل
اصول کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ لہذا پاکستان بن جانے کے بعد،
اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہ صرف ایفائے عہد کے لیے ضروری
ہے بلکہ خود پاکستان کی ہستی (آزادی) کی بنیادی شرط ہے۔'' (۸)

سید صاحب کا مطلب یہ ہے کہ دوقومی نظریہ کا نعرہ لگا کر پاکستان حاصل کر لینے سے بات ختم نہیں ہوگئی اب ہم نے اس دوقومی نظریہ کو سچ ثابت کر دکھانا ہے۔ پاکستان کو اپنی جداگانہ شناخت قائم کرنے ہوگی تاکہ دوقومی نظریہ مزید نکھر تا جائے۔ دوقومی نظریہ وقتی نہیں تھا بلکہ یہ ایک ازلی اور ابدی حقیقت ہے جس کو ہر معتدل اورفہیم انسان تسلیم کرتا ہے۔ یہی ہماری قوم سازی کا کلیہ بھی ہے۔

۲۔ پاکستانیت:

سید عبداللہ کا کہنا ہے کہ پاکستان میں رہنے والے ہر فرد کو پاکستانی ہونا چاہیے۔ اس کی سوچ، فکر، رجحان اور برتاؤ پاکستانی ہونا چاہیے۔ پاکستانیت ایک خوبی ہے جو اس فکر متین کو جنم دیتی ہے جس سے اہل پاکستان ''پاکستانی'' ہونے پر مفتخر ہوں گے۔ پاکستانیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہندوستان میں الگ ہونا صرف زمین کی تقسیم نہیں بلکہ ایک انفرادیت کا موجب ہے جس سے پاکستانیوں کا رہن سہن، خوردونوش، بودوباش پاکستانی ہوجائے گی۔ سید عبداللہ کے الفاظ میں پاکستانیت کی تعریف یوں ہے:

''پاکستانیت محض سیاسی، جغرافیائی اصطلاح نہیں بلکہ اس کے کچھ
تہذیبی نظریاتی معنی بھی ہیں، جن کا براہ راست تعلق ہماری مسلم
قومیت اور نظریہ پاکستان سے ہے۔ پاکستانیت کسی علاقائی مزاج
کا نام نہیں اس سے مراد ایک مجموعی مسلم مزاج ہے جو ہزار سالہ تاریخ
میں کل مسلمانان ہند نے بین الاقوامی اسلامیت کے تحت ڈھالا
جس میں پوری ہندی اسلامی تہذیب آجاتی ہے۔''(۹)

بالفاظ دیگر پاکستانیت سے مراد یہ ہوئی کہ پاکستان اپنا ایک معتبر حوالہ ہر معاملہ زندگی میں رکھے اور ہر ایک متعلقات کو اپنی شناخت دے۔ پاکستانی ادب سے بات چلے تو پاکستانی کھانے، پاکستانی موسیقی، پاکستانی تہوار، پاکستانی ثقافت وتمدن، پاکستانی صنعت کاری، پاکستانی دستکاری جیسی اصطلاحات درون و بیرون ملک بولی جائیں اور یہی پاکستان کی مہر ایک معیار کی ضمانت متصور ہو۔ پاکستانی ہر شے اور ہر کام کا سوتا اسی منبع سے پھوٹے جس کو عرف عام میں پاکستانیت کہا جاتا ہے۔

سید عبداللہ ''پاکستانیت'' سے مراد اس قومی شعور اور فکر کو لیتے ہیں جو قوم کے جذبات میں حمیت وغیرت اور حریت کو جنم دیتی ہے۔ پاکستانیت دراصل وہ احساس ہے جو ایک قوم کو متحد کرنے کا حیلہ اور یگانگت بخشنے کا وسیلہ بنتا ہے۔ اس شعور اور احساس سے پاکستان میں موجود مقامی زبانیں اور ان کا ادب، ثقافتیں اور ان کے رسم ورواج، ادب اور لوک ادب ایک چھتری تلے اکھٹے ہو سکتے ہیں اور اس چھتری کو آسان زبان میں ''پاکستانیت'' کہہ سکتے ہیں۔ پاکستانیت اور اسلامیت باہم مترادف ہیں کہ ''پاکستانیت'' کی صفت ہی ہے جو دیگر تمام شناختی اصطلاحوں سے ہمیں بے نیاز کر دیتی ہیں۔ پاکستانیت کی خوبی کے لیے ابھی پاکستان کی عمر کم ہے مگر بحیثیت قوم یہ زاویہ فکر سامنے رہنا چاہیے۔ بقول سید عبداللہ:

''(پاکستانیت میں) میں وہ سب احساسات شامل ہوں جو پاکستان
کی اساس، معنوی زندگی اور تاریخ کی ترجمانی کرتے ہوں۔
معنوی زندگی سے جغرافیہ یا نسل مراد نہیں بلکہ حیات اجتماعی کی وہ
روح ہے جو پاکستان کے ظہور کا باعث ہوئی۔''(۱۰)

پاکستانیت کے باب میں سید صاحب کا مقصود یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اہل پاکستان، پاکستانیت کو رواج دیں، تبھی پاکستان ان تمناؤں اور امیدوں پر پورا اتر سکے گا جن کے لیے اس ملک خداداد کو حاصل کیا گیا تھا۔ پاکستان میں مقامی قومیتوں کی انفرادیت کو مامون کرتے ہوئے پاکستانیت کا بیج بونا ہوگا اور مقامی ثقافتوں کو بھی پاکستانیت کے رنگ میں ڈھالنا ہوگا۔ اسی صورت میں ہم اس آزادی کو پائیدار اور ہمیشگی دے پائیں گے۔ یہ طرز عمل اور طرز فکر پاکستانی قومیت کو تشکیل دے گا کہ ہم اپنی

قومیت کی اولین شرط اسلام کو قرار دیں گے اور پھر پاکستان کہ جو اسلام ہی کی دین ہے۔ اس ضمن میں سید عبداللہ کا یہ فیصلہ کن ہماری رہنمائی کرتا ہے:

> ''اسلام خود پاکستان کی ہستی کی بنیادی شرط ہے۔ اگر پاکستان اسلامی تقاضوں سے وجود میں آیا ہے تو پاکستان بن جانے کے بعد جملہ اسلامی تقاضوں کا پورا ہونا اور پورا کرنا اس کی ہستی کی دلیل اول بھی ہے اور غایت بھی ہے۔''(۱۱)

اس میں بھلا کیا شک ہے کہ اسلام ہی پاکستان کے وجود اور آزادی کی دلیل اوّل اور غایت اولیٰ ہے۔ اسلامیت اور پاکستانیت باہم مترادف ہی نہیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ سید عبداللہ کا تصورآزادی اسلام اور پاکستان کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ٹھہراتا ہے۔ ان کے نزدیک اسلام کے بنا پاکستان اپنے وجود کی دلیل ہی کھو دیتا ہے۔ سو پاکستان کی بقا اسلام کی روح میں پوشیدہ ہے اور پاکستان کی آزادی پاکستانیت میں مضمر ہے۔

۳۔ پاکستانی ثقافت:

ثقافت کسی بھی قوم کی وہ ظاہری پہچان ہوتی ہے جس میں ایک قوم کو دوسری قوم سے ممتاز یا جدا کیا جا سکتا ہے۔ ثقافت یا کلچر کی اصطلاح اور اس کی باریکیوں پر مفکرین ثقافت کے مباحث آئے روز سامنے آ رہے ہیں اور مفکرین کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ بہر طور ثقافت کی ایک عمومی تعریف کرتے ہوئے اپنی اصل بحث کی طرف گریز کرتے ہیں۔ بقول ابوالاعجاز حفیظ صدیقی:

> ''کرہ ارض پر بسنے والے انسانی گروہوں نے اپنی مادی اور روحانی ضروریات کو تسکین دینے اور ایک منظّم اور مربوط معاشرتی زندگی بسر کرنے کے لیے کچھ نصب العین وضع کیے۔ رہن سہن کے کچھ طریقے ایجاد کیے۔ کچھ عقائد اختیار کیے۔ کچھ ریتیں اور رسمیں بنائیں کچھ قوانین وضع کیے۔۔۔ ان کی افادیت مسلم ٹھہری چنانچہ اگلی نسل تک انھیں منتقل کرنا ضروری ہے۔ نسلاً بعد نسل میں منتقل ہونے والے اکتسابات کے اس مجموعہ کو کلچر یا ثقافت کہتے ہیں۔''(۱۲)

یعنی ثقافت وہ پہچان ہے جو ایک قوم کو دوسری قوم اور اس کے اسلوب حیات کو منفرد و ممتاز کرتی ہے۔ ثقافتی شعار کسی بھی قوم کے طرز حیات کو ایک ایسا ڈھنگ عطا کرتے ہیں کہ اس قوم کے لوگوں کا رہن سہن، عادات واطوار، میل میلاپ، معاملات حیات، مذہبی عبادات واطوار، شادی و ماتم کے رسم ورواج جیسے امور زندگی کے انداز ثقافت کہلاتے ہیں۔ سید عبداللہ اپنی کتاب ''کلچر کا مسئلہ'' میں پاکستانی کلچر کے باب میں ایسے فکر انگیز مباحث چھیڑتے ہیں جو پاکستانی ثقافت کی حد بندی اور اس کے

خدوخال واضح کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

سید عبداللہ کا نظریہ آزادی یہ ہے کہ پاکستان اپنی منفرد ثقافت کی ترویج کرے یہی ثقافت اس کی نظریاتی نمو اور آزادی کی بقا کو یقینی بنائے گی۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کی کم عمری ایک قوم کی ثقافتی مظاہر کی تشکیل کے لیے ناکافی ہے کہ وہ اپنے کلچر کے ان خدوخال کو نکھار لے جو خالصتاً اس کے عقائد، علاقائی اثرات اور معاشرتی تقاضوں کی دین ہو لیکن اس قوم کے پاس پندرہ سو سالہ اسلامی ثقافت ضرور موجود ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اس دھندلے عہد (Transitional Period) میں جہاں ابھی بہت سی چیزیں واضح نہیں، اس بڑے ثقافتی سرچشمہ سے فیض حاصل کرنا چاہیے۔ اس امر میں بھی دو رائے نہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں نے شروع دن سے ہی اپنے اسلامی کلچر کے مطابق زندگیاں گزاری ہیں گو مقامی رسم ورواج سے بھی استفادہ کیا جو اسلام سے متحارب نہیں تھے اور اپنے رسوم و رواجات بھی تشکیل دیے جن کو خالص ہند اسلامی اقدار سے موسوم کیا جاتا ہےمگر اس ثقافت کی ریڑھ کی ہڈی اسلامی تہذیب اور تمدن ہی رہا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کا نظریہ ثقافت بھی فعال اور عملی صورت رکھتا ہے، ان کی ایک تقریر میں یہ بحث یوں سامنے آتی ہے:

> ''ہم اپنے ایک مخصوص ومنفرد کلچر کے مالک ہیں۔ ہم ایک خاص تمدن کے وارث ہیں۔ ہماری زبان، ہمارا ادب، ہمارا فن، تعمیری اسالیب، نام اور نظام اسما، شعور واقدار وتناسب، قوانین، اخلاقی و ضوابط، رسم و رواج، تقویمی سلسلہ، تاریخ، روایات، مزاجوں کی ساخت وصلاحیت، آرزوؤں اور امنگوں کی نوعیت۔۔۔غرض زندگی کے بارے میں اور زندگی میں ہمارا خاص نقطہ نظر ہے۔ اور بین الاقوامی قانون کی ہر تعبیر کے مطابق ہم ایک مستقل قوم ہیں۔''(۱۳)

قائداعظم کے اس تصور ثقافت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ثقافت ہی وہ صورت ہے جو ایک قوم کے قوام کو دوسرے قوم سے جدا کرتی ہے۔

سید عبداللہ پاکستانی ثقافت کی ترقی اور ترویج کو اپنی ریاست ومملکت اور قومیت کے احساس کی تقویت کا باعث قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنی ثقافت سے ہندی اور مغربی اثرات کو بالنیت ختم کیا جانا چاہیے۔ پاکستان کی ثقافت کا مزاج اور انداز خالصتاً اسلامی اور پاکستانی ہونا چاہیے وہ اس ضمن میں لکھتے:

> ''مسلمان اپنی معاشرت کے شعائر کو مقدس مانتے تھے کیونکہ ان کی اساس اسلامی عقیدوں پر تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی مدنظر تھا کہ دوسروں کی معاشرت کی تقلید کا مطلب ان کے غلبے کو تسلیم کرنے

کے مترادف اور اپنی معاشرت کے حقیر اور غیر معیاری مان لینے کے
برابر ہوگا۔۔۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ معاشرت ہی کسی قوم کے
عقیدوں کا خارجی اور تعارفی اور قطعی روپ ہوتی ہے۔ جب کسی
مذہب (قوم) کا اپنا معاشرتی اسلوب ختم ہوجاتا ہے تو وہ مذہب
بالآخر محض خیالی سی رسم بن کر عملاً بے جان اور مردہ ہوجاتا ہے۔'' (۱۴)

اس ساری بحث کا پس منظر سید عبداللہ کا نظریہ آزادی ہے جس میں ان کا اصرار ہے کہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی آزادی کی بقا کی اصل صورت تبھی ممکن ہے کہ جب ہم اپنی ثقافت اور کلچر کو مروج کریں اور اس کو اسلامی اصول وضوابط سے ہم آہنگ کریں۔ نیز ثقافت کی اقدار اور روایات میں مقامی قومیت وں کی ثقافتی صورت اور تقاضوں کو بھی صحت مندانہ انداز میں پیش نظر رکھا جائے یوں پاکستان کی خاص ثقافت کی افزائش ہوگی اور اصلی ثقافت کی ترویج ہو پائے گی۔اس سارے عمل میں اسلام کی کسوٹی سے مدد لی جانی چاہیے تاکہ اسلامی روح سے موافق اقدار و روایات پروان چڑھیں۔ایسی ہی ثقافت پاکستان اور پاکستانی قوم کی آزادی اور بقا کی ضمانت بن سکتی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''ہم پاکستان کے سب باشندے اس ''ہند مسلم ثقافت'' کے وارث
اور جانشین ہیں جو اس برصغیر میں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ
دورِ حکومت میں یہاں کی فضا، مزاج، آب وہوا اور میل جول کے
زیرِ اثر پروان چڑھی ہے، جس میں عربوں کا مذہبی جوش بھی شامل
ہے اور افغانیوں، ایرانیوں، ترکمانیوں اور مغلوں کا مزاج اور روح
بھی۔ نہ صرف یہ بلکہ جس کی روح نے برصغیر پاک وہند کی روح کو
اپنے مزاج میں سمو کر ایک ایسا نمونہ پیدا کیا جو کم وبیش آج برصغیر کی
زندہ تہذیب کی بنیاد ہے جن میں وہ عناصر بھی شامل ہیں جنہیں ہم
الگ رکھ کر دیکھ رہے ہیں۔ اور وہ عناصر بھی جو اس میل جول اور ربط
وضبط کا منطقی نتیجہ ہیں۔'' (۱۵)

سید عبداللہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہتے ہیں کہ متحدہ ہندوستان کی ہند اسلامی ثقافت سے بھی پاکستانی ثقافت کو جدا اور الگ ہونا چاہیے تاکہ ہم اس وطن عزیز کے وجود کی دلیل دے سکیں کہ پاکستان کی ثقافت ایک الگ اور منفرد رنگ کی حامل ہے۔سید عبداللہ کا اصرار ہے کہ ہندووانہ اثرات اور مغربیت کو یکسر رد کرنا ہوگا اور ایک خالص پاکستانی کلچر کی بنیاد ڈالنی ہوگی۔ مغربی اثرات کے متعلق سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''(پاکستانی کلچر میں) ایک دھارا مغربی مظاہر کا ہے جو آہستہ آہستہ

اوپر کے اور درمیانے طبقے پر تقریباً غالب آچکا ہے۔ دوسرا دھارا
دیہات میں بسنے والے لوگوں کی طرزِ زندگی کا جو قدیم انداز میں بہہ
رہا ہے اگرچہ مغربی طرز بھی آہستہ آہستہ دخیل ہو جاتی رہی۔''(۱۶)

سید عبداللہ مغرب کی اندھا دھند تقلید سے بھی آگاہ ہیں اور فکرمند بھی ہیں کہ یہ طرزِ عمل اس نوزائیدہ قوم کے لیے زہرِ قاتل ہے اس روش کو ترک کرنا ہوگا اسلامی سرچشمہ ثقافت سے استفادہ کرنا ہی اس قوم کے لیے سودمند ہوگا اور ان کا خیال ہے کہ ایک آزاد قوم کی شناخت قائم رکھنے کے لیے پاکستان کو اپنی ثقافت کو منفرد رکھنا ہوگا۔ اسی صورت میں پاکستان کی شناخت اور آزادی محفوظ و مامون رہے گی۔

۴۔ اردو:

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نظریہ آزادی کا سب سے اہم عنصر اردو زبان ہے۔ وہ سمجھتے ہیں زبان اردو پاکستان کے اتحاد اور یک جہتی کی ضامن ہے۔ اسی لیے وہ تمام عمر نفاذ اردو کے لیے کوشاں رہے۔ یہی وجہ کہ وہ ''بابائے اردو ثانی'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ (۱۷) ''ڈاکٹر سید عبداللہ کی اردو خدمات'' مولف ڈاکٹر ممتاز منگلوری اس سلسلے میں خاص کتاب ہے جو سید صاحب کی اردو کے لیے خدمات پر روشنی ڈالتی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے نظریہ آزادی میں اردو کا فروغ اور نفاذ نہ صرف پاکستان کی سالمیت واستحکام کی ضمانت ہے بلکہ اردو پاکستانی ثقافت کا رشتہ اس تہذیبی ورثے جوڑنے کا ذریعہ ہے جس نے اسلامیان ہند کو دیگر اقوام سے جداگانہ تشخص دے رکھا ہے۔ اردو نہ صرف پاکستان بلکہ پورے ہندوستان کے لیے رابطے کی زبان ہے اور اسی طرح اردو زبان کا ادب اسلامی روایات کا امین ہی نہیں تسلسل بھی ہے۔ سید صاحب اردو کو ہندی مسلمانوں کی شناخت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ہندوؤں کی طوطا چشمی کے نتیجے میں اکابرین اسلام نے اردو کو سینے سے لگایا اور تحریک پاکستان میں اردو نے اپنا کردار ادا کیا۔ ہندو کے مخاصمانہ رویے پر سید صاحب لکھتے ہیں:

''اردو کی مخالفت کے اسباب چند در چند ہیں۔ اول اس کا مسلم
تشخص، دوم علاقائی فلسفے کی رو سے وحدت و کثرت کا مسئلہ، سوم یہ
خیال کہ اردو اسلامی سلطنت کے زمانے کی یاد دلاتی ہے۔''(۱۸)

پاکستان کی آزادی پاکستانیت اور پاکستانی ثقافت کی روح اس زبان کے فروغ اور ترویج میں مضمر ہے۔ سات دہائیوں میں اردو زبان پاکستان میں نافذ نہیں کی جاسکی۔ اردو سرکاری زبان بن سکی اور نہ ہی قومی زبان کے طور پر پاکستان میں اس کو رائج کیا جاسکا۔ البتہ آئین میں تسلیم کر لیا گیا۔ سید عبداللہ اردو کو ایک زبان سے بڑھ کر جانتے تھے:

''پاکستان کی تخلیق جن محرکات کے زیراثر ہوئی ان میں سے ایک یہ
بھی ہے کہ مسلمانان ہند مذہب اور تاریخ سے لحاظ سے ایک قوم ہیں

اور اس قومیت کی بنیاد اسلام ہے۔تحریک پاکستان میں یہ بھی برابر
اعلان کیا گیا کہ اردو اس قومیت کی ترجمان ہے۔"(۱۹)

سید عبداللہ اردو زبان کو پاکستان کی ثقافت کا جزو لاینفک جانتے ہیں۔اردو اسلامی تہذیب کی دین ہے اور فارسی اور عربی کی گود میں کھیلی ہے اسی وجہ سے اسلامی اقدار اور روایات کی امین اور ان کے مزاج سے آگاہ بھی ہے۔پاکستانی ادب کی نمایاں زبان بھی اردو ہے ادبی روایات بھی اسلامی رنگ رکھتی ہیں اسی لیے تو اردو کو مسلمانان ہند نے اپنایا اور سر کا تاج بنایا۔سید عبداللہ اردو زبان کی ترقی اور ترویج اور اس کی آئینی حیثیت کی بحالی کے لیے باقاعدہ مہم چلاتے رہے،جس کا احوال ان کی کتاب "تحریک نفاذ اردو" میں پڑھا جا سکتا ہے۔ان کا ماننا یہ ہے کہ پاکستان کی آزادی اور بقا کے لیے اردو زبان کو ملکی اور قومی سطح پر اپنانا ناگزیر ہے۔تعلیمی سطح پر بھی اس کے نصاب اور دائرہ افادیت کو وسیع تر کیا جانا چاہیے۔سید عبداللہ نے ایک دفعہ اردو کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے کہا تھا:

"اردو ہمارے مذہبی ، ثقافتی اور تہذیبی سرمائے کی آئینہ دار
ہے۔صدیوں سے ہمارے زبان وافکار کی ترجمانی اسی زبان سے
ہو رہی ہے۔یہی زبان ہمارے درمیان فکری مماثلت اور تہذیبی و
معاشرتی یکجہتی کی ضمانت ہے۔"(۲۰)

اردو کی اسی افادیت اور اہمیت کو سید عبداللہ پاکستان کی بقائے آزادی اور تشخص کا ضامن گردانتے ہیں۔اردو ہر شعبہ زندگی کو اس روحانی،اخلاقی اور معاشرتی ضابطہ حیات سے جوڑ سکتی ہے جس کی بقا کے لیے پاکستان کا وجود ناگزیر جانا گیا تھا۔سید واجد رضوی نے لکھا ہے:

"اردو ہماری بیش قیمت روحانی،اخلاقی اور معاشرتی اثاثہ کی امین
ہے۔اس کی حفاظت پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے لیے اتنی ہی
ضروری ہے جتنا عساکر پاکستان کا وجود ضروری ہے۔"(۲۱)

سید عبداللہ کا نثری سرمایہ بھی اردو کی اسی اہمیت کی تائید کرتا ہے۔سید عبداللہ اردو کو پاکستان کی آزادی،سلامتی،اتحاد اور استحکام کا معتبر آلہ گردانتے ہیں لیکن یہ سب اسی صورت میں ممکن سمجھتے ہیں جب اردو کو پاکستان میں حقیقی مقام اور حیثیت دی جائے اور اس زبان کی ترویج اور فروغ کی سرکاری طور پر سرپرستی کی جائے تا کہ اردو پاکستان کے چند اولین حوالوں میں سے ایک حوالہ بن جائے۔

بحث کو اپنے منطقی انجام تک لے جاتے ہوئےکہنا پڑے گا کہ سید عبداللہ کا نظریہ آزادی ان عوامل اور فکری پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے جو پاکستان کی آزادی کو استحکام بخشتے ہیں۔سید صاحب پاکستان کو حقیقی طور پر آزاد دیکھنے کے آرزومند ہیں۔اس آزادی کے لیے وہ مذکورہ چار عناصر کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔یہ آفاقی اصول ہے کہ قوم اپنے عقائد اور فکری تسلسل کو مستحکم کرنے کے لیے آزادی کی بقا اور عناصر

قومیت پر ترجیحی بنیادوں پر غور کرتی ہے۔ ان عناصر کی پرداخت اور نگہداشت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی۔ پاکستان کو بھی ان عناصر پر خصوصی توجہ دینی ہوگی تب پاکستان اس منصب پر فائز ہو پائے گا جو علامہ اقبال اور قائداعظم کے پیشِ نظر تھا۔ سید عبداللہ پاکستان کی آزادی کے دوام اور بقا کے مذکورہ بالا عناصر کی سنجیدہ نگہداشت پر اصرار کرتے ہیں۔ وہ ریاستی اداروں کو بھی اس مہم میں استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں کہ تعلیم کا شعبہ، وکلا، مدارس، صحافی، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا اپنی آزادی کے تحفظ کے لیے کام کرے اور حکومت ان کی سرپرستی کرے۔ پاکستان جیسی نظریاتی مملکت کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنی آزادی کے تحفظ کے لیے عوامی رائے ہموار کرے۔ اپنے ثقافتی و تہذیبی حوالوں کو اعتبار بخشنے کے لیے کام کرے اور دانشوروں اور ادبا و شعرا کو اس ضمن میں خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میڈیا، ادب اور تعلیم کے ذریعے پاکستانیت کا شعور عام کیا جائے۔ اردو زبان کا تعارف اس انداز میں میں کرایا جائے کہ اردو صرف ایک زبان نہیں بلکہ ہندی مسلمانوں کا روحانی، اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی حوالہ بھی ہے۔ اس کو آئینی، قومی اور سرکاری زبان بھی قرار دیا جانا چاہیے تا کہ پاکستان کی آزادی مستحکم ہو سکے۔ سید عبداللہ کے اس نظریہ آزادی کی روشنی میں پاکستان اور اہل پاکستان کو اپنی شناخت کے ان پہلوؤں پر کامل توجہ کرنی چاہیے تا کہ ملک خداداد پنے اصل مقام اور اپنے ساتھ جڑی امیدوں پر پورا اترے اور ملت اسلامیہ کی امامت کا فریضہ انجام دینے کا اہل قرار پائے۔

حوالہ جات

۱۔ قائداعظم محمد علی جناح، تقریر، مشمولہ پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۷ء، ص: ۲۰۹

۲۔ نواب بہادر یار جنگ، تقریر، بعنوان، منشور پاکستان، کراچی: بہادر یار جنگ اکادمی، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۴

۳۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص: ۳۱

۴۔ صفدر محمود، ڈاکٹر، اقبال، جناح اور پاکستان، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۲۱

۵۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص: ۱۵۹

۶۔ مفتاح الدین ظفر، تاریخ پاکستان، لاہور: عزیز پبلشرز، ۱۹۸۲ء، ص: ۶۳

۷۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص: ۶۴

۸۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، ادب و فن، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء، ص: ۲۱۷

۹۔ ایضاً، ص: ۲۱۹

۱۰۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، پاکستان۔ تعبیر و تعمیر، ص: ۱۲۱

۱۱۔ ایضاً، ص: ۶۵

۱۲۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۸۵ء، ص: ۵۵

۱۳۔ قائداعظم،قول،مشمولہ، پاکستان۔تعبیروتعمیر،ص:۷
۱۴۔ عبداللہ،سید،ڈاکٹر،کلچر کا مسئلہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۲ء،ص:۲۷
۱۵۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، پاکستانی کلچر،راولپنڈی:محمود برادرز پرنٹرز،۲۰۰۸ء،ص:۷۰
۱۶۔ عبداللہ،سید،ڈاکٹر،کلچر کا مسئلہ،ص:۸۸
۱۷۔ بشیر احمد سوز، پروفیسر، ہزارہ میں اردو زبان وادب کی تاریخ،ایبٹ آباد: ادبیات ہزارہ،۲۰۱۲ء،ص:۱۷
۱۸۔ عبداللہ،سید،ڈاکٹر،تحریک نفاذ اردو،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان،۲۰۰۵ء،ص:۲۱
۱۹۔ ایضاً،ص:۲۷۴
۲۰۔ عبداللہ،سید، ڈاکٹر، خطبہ صدرات،مشمولہ: ڈاکٹر سید عبداللہ کی اردو خدمات، مرتبہ: ڈاکٹر ممتاز منگلوری، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان،۲۰۰۷ء،ص:۱۴۱
۲۱۔ واجد رضوی،سید،نظریہ پاکستان،لاہور:مقبول اکیڈمی،۲۰۱۲ء،ص:۱۰۱

☆......☆......☆